مقدمہ

سرزمین حجاز پر جب علم حدیث کی شمع روشن ہوئی تو اس کی کرنیں عرب کے بعد جن عجمی علاقوں میں سب سے پہلے پہنچیں، برصغیر پاک و ہند کا نام ان سب میں سرفہرست ہے۔ جب اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں علم حدیث کی جمع و تدوین اور اشاعت کا کام شروع ہوا تو تب بھی ہندی محدثین نے عرب پہنچ کر اس علم کی خدمت میں دامے درمے سخنے اپنا حصہ ڈالا۔ پھر جب ۷۱۲ء میں سندھ میں باقاعدہ مسلم حکومت قائم ہوئی تو دیبل، منصورہ اور قصدار کے علاقے علم حدیث کے مراکز کے طور پر مشہور ہوگئے۔ پھر عہد سلاطین میں لاہور علم حدیث کا مرکز بنا اور پھر ہند کے مشرقی علاقوں تک صوفیہ کرام کے ذریعے علم حدیث پہنچا۔ ان میں جن صوفیہ نے برصغیر میں علم حدیث کے دیپ جلائے۔ ان میں ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ نزیل السند، ابوحفص، الربیع بن صبیح السعدی السندی، احمد بن سندھی فروخ، احمد بن عبداللہ دیبلی، احمد بن سندھی بن بحر حداد، شیخ اسماعیل لاہوری اور امام صغانی کے نام نمایاں ہیں۔ پھر ان کے بعد شیخ علی ہجویری سے شاہ ولی اللہ و عبدالعزیز دہلوی تک دیئے سے دیا جلتا گیا۔ اس طرح برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام اور ترویج قرآن و حدیث کا سہرا صوفیہ کرام کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے اس فریضہ کو سلف وصالحین کے اسوہ کی روشنی میں کما حقہٗ ادا کرنے کی بھرپور سعی کی تب جا کہ یہاں اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکا۔ ہمارے لیے افسوس کا باعث ہے یہ بات کہ آج تک ان صوفیہ کرام کے کیے گئے علمی کاموں کو منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ نتیجتاً اسلام کے اپنی اصل روح کے مطابق بحالی کی راہ میں مختلف مسائل در آئے اور آج امت کا شیرازہ بکھرا بکھرا نظر آتا ہے۔

صوفیہ کرام نے برصغیر پاک ہند میں جو دعوت و ارشاد کی مسانید بچھائیں اور اپنے علم و عمل کے ساتھ ساتھ قلمی جہاد بھی کیا ان کا تذکرہ قدیم و جدید تذکروں میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ جن تذکرہ نگاروں نے ان برگزیدہ ہستیوں کا تذکرہ کیا بھی ہے وہاں بھی ان کے اصل کام پر عقیدت کی اتنی دبیز تہہ چڑھی نظر آتی ہے جس کے سبب ان متبحر علم ہستیوں کے اصل چہرے اور ان کے کام اور خدمات کے اصلی خدوخال نظروں سے پوشیدہ رہ گئے ہیں اور اب صورت حال اس نہج پر آ پہنچی ہے کہ ہمیں ان بزرگانِ دین، عالم، محقق، صوفی، محدث اور دانش ور ہستیوں کے متعلق فقط زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، قطب الاقطاب، الواصلین جیسے چند ہم قافیہ لفظوں کے سوا اور کچھ پڑھنے کو نہیں ملتا۔ نتیجتاً مسلم امہ کی سوچ منتشر ہو رہی ہے کہ شاید یہ لوگ قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، صرف و نحو، فلسفہ و منطق، شریعت و طریقت اور دیگر عقلی و نقلی علوم سے بے بہرہ شخصیات تھیں اور شاید کہ ان لوگوں نے کوئی متوازی دین قائم کر لیا تھا۔ ان حالات میں صوفیہ کرام کے کیے گئے کاموں کو قرآن و حدیث اور شریعت و تصوف کی روشنی میں سامنے لانا از حد ضروری ہو گیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے ناموں پر لوگوں نے بہت بڑی بڑی خانقاہیں اور درس گاہیں تو بنائیں لیکن ان کی فکر کو آگے بڑھانے سے گریزاں رہے۔ آج بھی ان صوفیہ کرام کے قرآن و حدیث کی خدمات کے ضمن میں کی گئی تالیفات جو سونے کے پانی سے زیورِ طبع سے آراستہ ہونی چاہییں تھیں کتب خانوں کی

تاریک الماریوں میں پڑی گل سڑ رہی ہیں۔ان میں کئی ایسے نایاب کام ہیں جو ان کے پیش رو، نہ تو اس جیسا کوئی کام خود پیش کر سکے اور نہ اپنے اسلاف کے کیے گئے کاموں کا اس سے اگلا ایڈیشن ہی منظر عام پر لا سکے۔

صوفیہ کرام کی خدمات حدیث کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات آج بھی نام نہاد ترقی یافتہ اور علم یافتہ ذہنوں میں موجود ہیں کہ شاید یہ شخصیات فقط زہد و تقویٰ و ورع اور چند مراقبوں، معکوس چلوں اور گوشہ نشینی کے علاوہ علوم القرآن اور علوم الحدیث سے نابلد تھے۔ یا اگر انہوں نے کوئی کام کیا بھی ہے یا جن احادیث سے استدلال و استشہاد کیا ہے ان میں مندرجہ ذیل خامیاں ہیں۔

۱۔ یہ کہ صوفیہ کی احادیث میں اسناد کا اہتمام موجود نہیں ہوتا۔

۲۔ یہ کہ صوفیہ کی روایت کردہ احادیث صحت کے اعتبار سے کم تر درجہ پر ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ کہ ان کی روایت کردہ احادیث میں زیادہ تر ضعیف احادیث موجود ہوتی ہیں۔

۴۔ یہ کہ صوفیہ کی تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات میں ضعیف و موضوع احادیث بیان کی گئی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ضعیف روایات صرف اور صرف صوفیہ کی ہی کتب میں ملتی ہیں یا دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔اس بات کا مثبت جواب مشہور صوفی، محدث انور شاہ کشمیری دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا پھر بھی ان کے معمول بہ ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار فقط قوتِ سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔''

میں نے اپنے اس مقالے میں صوفیہ کرام کی علم حدیث کی خدمات کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ان میں صوفیہ کی شروح، حواشی، تعلیقات، اربعین یا ان کے ملفوظات سے تخریج شدہ احادیث پر کئے گئے کام کو منظر عام پر لانے کی کاوش کی ہے تا کہ اہلِ علم عوام الناس کو اپنے ان سلف و صالحین کی سیرت و کردار و افعال اور ان کے کاموں سے روشناس کرایا جائے اور یوں ان کے اسوہ سے اور علمی تبحر سے نسل نو کو مستفید ہونے کا موقع ملے۔